چیلنج: "اگر کوئی شخص ایک حدیث بھی ایسی دکھا دے کہ جس میں سرکارِ دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہو کہ خبردار میت کے لیے ہاتھ اٹھا کر دعا نہ مانگو، تو اسے ۵۰ ہزار روپے نقد انعام دیا جائے گا۔"

فاتحہ خوانی کا ثبوت

محمدیہ لائبریری
رقم المسلسل
جامعہ اسلامیہ لاہور

از افادات

شہبازِ طریقت، امیرِ شریعت، استاذ العلماء، تاج الفقہاء، حضرت علامہ
محمد عبدالحق صاحب مدظلہ العالی سجادہ نشین آستانہ عالیہ بندیال شریف

مرتبہ

صاحبزادہ محمد ظفر الحق بی۔اے

شعبۂ نشر و اشاعت: دار العلوم جامعہ مظہریہ امدادیہ بندیال ضلع سرگودھا

استفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ "میت کے لیے دُعائے مغفرت کرنا جائز ہے یا ناجائز ؟" نیز اگر دعائے مغفرت جائز ہے تو پھر اس کا طریقہ کیا ہے ؟ ہاتھ اٹھا کر دُعا مانگی جائے یا بغیر ہاتھ اٹھائے ۔ اور بعض لوگ ہاتھ اٹھا کر دُعا مانگنا بدعت کہتے ہیں ۔ اس کی تحقیق فرما کر مشکور فرمائیں ۔

الجواب ہو الموفق للصواب

مسلمان میت کے لیے دُعائے مغفرت امر مستحسن اور بلاشبہ جائز ہے ۔ قرآن کریم میں ارشادِ خداوندی ہوتا ہے ، والذین جآءُو من بعدھم یقولون ربنا اغفرلنا ولاخواننا الذین سبقونا بالایمان ۔

(ترجمہ) " اور واسطے ان لوگوں کے کہ آئے پیچھے ان کے ، کہتے ہیں اے پروردگار ہمارے ، بخش ہم کو ، اور ہمارے بھائیوں کو ، وہ جو آگے لائے ہم سے ایمان ۔"

تو ثابت ہوا کہ فوت شدہ مسلمانوں کے لیے دُعائے مغفرت کرنا نیکی کا کام ہے اور مسلمانوں کی یہ علامت ہے ۔ اور اس کا انکار کرنے والا دائرۂ اسلام سے خارج ہوگا ۔

سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا میت کے گھر جا کر دُعا مانگنا (مشکوٰۃ شریف ص ۱۰ا۳)

فلبثو یومین او ثلاثۃ ثم جاء رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلم فقال استغفروا لماعز بن مالک ۔

(ترجمہ)" جب صحابہ کرام دو یا تین دن (ماعز کے ہاں) ٹھہرے، تو رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم وہاں تشریف لے گئے اور آپ نے فرمایا کہ ماعز بن مالک کے لیے دُعائے مغفرت کرو۔"

تو اس حدیثِ پاک سے میت کے گھر صحابہ کرام کا اجتماع بھی ثابت ہو گیا اور حضور سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا دُعائے مغفرت کے لیے میت کے گھر جانا بھی ثابت ہو گیا اور میت کے لیے دُعائے مغفرت کرنا بھی ثابت ہو گیا۔

اب رہا یہ سوال کہ دعائے مغفرت کے لیے ہاتھ اٹھانا جائز ہے یا ناجائز و بدعت ہے، تو ہم مسلمان ہیں اور مکلف ہیں، لہٰذا احکامِ شرعیہ کے پابند ہیں تو دعا کے متعلق علمائے سلفِ صالحین کی تحقیق پر ہمیں عمل کرنا ضروری ہے جو کہ انھوں نے قرآن و حدیث سے سمجھی ہے۔

دُعا میں ہاتھ اٹھانا آدابِ دُعا سے ہے (مشکوٰۃ شریف) ص ۱۹۶

عن عکرمہ عن ابن عباس قال المسئلة ان ترفع یدیك حذوا منکبیك۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کا ترجمہ "اشعۃ اللمعات" میں یوں کیا ہے:
گفت ابن عباس کہ ادب دُعا و سوال این است کہ برداری ہر دو دست تا برابر ہر دو دوش۔"

(ترجمہ)" یعنی ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ دُعا کے آداب سے یہ ہے کہ دُعا مانگنے والا اپنے ہاتھوں کو دونوں مونڈھوں تک اٹھائے۔"

قارئین! حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس قول سے یہ پتہ چلا کہ دُعا میں ہاتھ اٹھانا آداب و مستحبات دعا سے ہے، تو اب جو شخص میت کے لیے دعائے مغفرت

میں ہاتھ اُٹھانے سے منع کرتا ہے تو گویا بوجۂ جہالت آدابِ دُعا سے بھی وہ شخص ناواقف ہے۔

دُعا کے متعلق سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کا معمول مشکوٰۃ ص ۱۹۶

قال کان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم رفع یدیہ فی الدعاء حتّٰی یریٰ بیاض ابطیہ۔

(ترجمہ) "حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کا یہ معمول تھا کہ دُعا کے لیے ہاتھ اٹھاتے، یہاں تک کہ آپ کی بغلوں کی سفیدی دیکھی جاتی۔"

دُعا کے متعلق حضور سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کا معمول (تفسیر مظہری پ ۲۴ ص ۲۷۳ - مشکوٰۃ شریف ص ۱۹۶)

وعن السائب بن یزید عن ابیہ ان النبی علیہ السلام کان اذا دعا فرفع یدیہ مسح وجہہ بیدیہ (رواہ البیہقی فی الدعوات الکبیر)

(ترجمہ) "حضرت سائب بن یزید رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ تحقیق نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم جس وقت بھی دُعا مانگتے ہاتھ اٹھاتے تھے اور اپنے ہاتھوں سے چہرۂ مبارک کو مس کرتے تھے۔"

مندرجہ بالا احادیثِ مبارکہ سے یہ ثابت ہو گیا کہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کا یہ معمول تھا کہ آپ دُعا کے لیے ہاتھ اٹھاتے تھے تو حضرت ماعز رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مغفرت کے لیے بھی آپ نے دُعا مانگی، لہٰذا آپ نے ہاتھ ضرور اُٹھائے ہیں۔ اب منکرِ دُعا کے لیے نفی پر کوئی دلیل لانی ہو گی، ورنہ فقط "میں نہ مانوں" سے کام نہیں چلے گا۔

سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کا مُردوں کے لیے

ہاتھ اُٹھاکر دُعا فرمانا۔ (مُسلم شریف جلد اول ص ۳۱۳)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا راوی ہیں:

ثم انطلقت على اثره حتى جاء البقيع فاطال القيام ثم رفع يديه ثلاث مرات۔

(ترجمہ) حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک رات حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم حجرہ سے باہر تشریف لے گئے اور میں بھی آپ کے پیچھے پیچھے چلی گئی، حتّٰی کہ آپ جنت البقیع میں پہنچ گئے۔ آپ نے طویل قیام کیا اور آپ نے تین دفعہ ہاتھ اٹھا کر دعا فرمائی۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پوچھنے پر آپ نے فرمایا کہ خدا نے مجھے اپنی اُمّت کے مردوں کے لئے دعاء مغفرت کرنے کا حکم دیا تھا۔

ناظرین کرام! مُردوں کے لیے ہاتھ اٹھا کر دُعائے مغفرت کرنا سرکارِ دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے فعلِ مبارک اور صحاحِ ستہ کی مستند کتاب مسلم شریف سے ثابت ہوگیا۔

حضرت امام نووی شارح مسلم رحمۃ اللہ علیہ اسی جگہ فرماتے ہیں:

فيه استحباب اطالة الدعاء وتكريره ورفع يدين فيه۔

(ترجمہ) یعنی حضورِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے اس فعل سے دُعا کا لمبا مانگنا اور مکرر مانگنا اور دُعا میں ہاتھوں کے اُٹھانے کا مستحب ہونا ثابت ہوگیا۔

اس حدیث مبارک سے یہ ثابت ہوگیا کہ سرکارِ دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے مُردوں کی دُعائے مغفرت کے لیے تین دفعہ ہاتھ اُٹھائے۔ تو ان بیچارے منکرین کا کیا حشر ہوگا جو حضورِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے فعلِ مبارک کی مخالفت کرتے ہوئے ایک دفعہ ہاتھ اُٹھانے کو بھی بدعت وگمراہی کہتے ہیں، تو ان کو اپنے ایمان کی خیر منانی چاہیئے کیونکہ وہ سرکارِ دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے فعلِ مبارک کو

بدعت کہہ رہے ہیں۔

سرکارِ دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کا میّت کے لیے ہاتھ اُٹھاکر دُعا کرنا۔ (مُسلم شریف جلد ثانی ص ۳۰۳)

صحابیِ رسول حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ فرماتے ہیں کہ میں اور ابوعامر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) ایک جنگ میں شریک ہوئے۔ ابوعامر جنگ میں شہید ہوگئے۔ تو حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سرکارِ دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کو حضرت عبید ابن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات کی خبر دے کر ان کا پیغام دیا:

فدعا رسول اللہ بماءٍ فتوضاء منہ ثم رفع یدیہ ثم قال اللھم اغفر بعبید ابی عامر حتّٰی رایت بیاض ابطیہ۔

(ترجمہ) "حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے پانی منگواکر وضو فرمایا اور اپنے ہاتھ اٹھاکر یوں دُعا کی: "اے اللہ! اپنے بندے ابی عامر کی مغفرت فرما۔" راوی بیان کرتا ہے کہ حضورِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے ہاتھ اس قدر اٹھائے کہ میں نے آپ کی بغلوں کی سفیدی کی زیارت کی۔"

ناظرین کرام! اب بفضلہٖ تعالیٰ مستند احادیث مبارکہ سے یہ ثابت ہوگیا کہ سرکارِ دوعالم رسولِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے نئے فوت شدہ مُردے کے لیے بطورِ فاتحہ خوانی ہاتھ اٹھاکر دُعائے مغفرت فرمائی۔ اب جو شخص یہ کہتا ہے کہ میت کے لیے ہاتھ اُٹھاکر دُعائے مغفرت کرنا بدعت ہے، تو وہ فعلِ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کو ناجائز کہہ کر خود کو دائرۂ اسلام سے خارج کر رہا ہے اس حدیثِ پاک کے ہوتے ہوئے بھی کسی شخص کا یہ کہنا کہ میت کے لیے ہاتھ اُٹھا

دُعا کرنا حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے فعل سے ثابت نہیں محض دعویٰ باطل ہے اور اس کی کوئی بھی حقیقت نہیں، بلکہ ایسا کہنا حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی ذاتِ اقدس پر اتہام باندھنا ہے۔ مقامِ صد افسوس ہے کہ جو لوگ علومِ عالیہ کی ابجد سے بھی واقف نہیں ہیں۔ وہ خلافِ حقیقت بات کہہ کر ذرّہ بھر جھجک بھی محسوس نہ کرتے ہوئے جہنّم کا ایندھن بن رہے ہیں۔ سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی حیاتِ ظاہری سے لے کر آج تک اُمّتِ مسلمہ میں سے سوادِ اعظم (کثیر جماعت) کا طریقہ یہ ہے کہ میّت کے لیے ہاتھ اٹھا کر دُعائے مغفرت کرتے ہیں اور فقط چند آدمی ہیں جو کہ ہاتھ اٹھا کر دُعائے مغفرت کرنے کو "بدعت و ناجائز" کہتے ہیں۔ اور لطف یہ ہے کہ ان چند آدمیوں کے آباؤ اجداد بھی کل تک ہاتھ اٹھا کر دُعا مانگتے رہے ہیں، تو مسلمانوں کی اکثریت کے مقابلہ میں اور دلائلِ قاہرہ کی موجودگی میں چند تخریب پسند عناصر کو سچا کیسے کہا جا سکتا ہے؟

دلائلِ شرعیہ چار ہیں:

(۱) قرآن پاک (۲) حدیث شریف (۳) اجماعِ اُمّت (۴) قیاس

مُردہ کے لیے ہاتھ اٹھا کر دعائے مغفرت کرنا سنّت کے ساتھ ثابت ہے جیسا کہ مذکورہ بالا مستند احادیث سے واضح ہے اور اجماعِ امت کے ساتھ بھی ثابت ہے کہ چودہ سو سال سے اپنے آپ کو مُسلمان کہلانے والے اپنے فوت شدہ مسلمان بھائی کے لیے ہاتھ اُٹھا کر دُعائے مغفرت مانگتے آئے ہیں۔

حضور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا:

لا تجتمع امتی علی الضلالۃ (میری امت گمراہی پر اکٹھی نہ ہوگی)

مزید ارشاد فرمایا:

اتبعوا سواد الاعظم من شذ شذ فی النار

(ترجمہ) "بڑی جماعت کی پیروی کرو جو بڑی جماعت سے کٹ گیا وہ جہنم میں گیا"۔

(بڑی جماعت سے مراد مسلمانوں کے مختلف گروہوں میں سے بڑا گروہ ہے)

فاتحہ خوانی کے موقع پر جب ہزاروں یا سینکڑوں کے مجمع میں تقریباً سب لوگ ہاتھ اٹھا کر مُردے کے لیے دعائے مغفرت کر رہے ہوتے ہیں اور صرف دو یا تین آدمی دُعا نہیں مانگ رہے ہوتے، تو وہ اپنے تئیں تو بڑے دیندار بن رہے ہوتے ہیں، لیکن درحقیقت وہ مُسلمانوں کی بڑی جماعت کے طریقے کی خلاف ورزی کر کے "من شذ شذ فی النار" کی وعید کا مصداق بن رہے ہوتے ہیں، اور پھر لطف کی بات یہ ہے کہ اگر کوئی شخص باہر سے آکر مسلمانوں کے اس اجتماعِ کثیر کو دیکھے گا کہ جس میں سوائے چند آدمیوں کے سبھی دُعائے مغفرت کر رہے ہوتے ہیں، تو وہ یہی سمجھے گا کہ یہ چند لوگ (دُعا نہ مانگنے والے) کوئی غیر مسلم ہیں، کیونکہ غیر مسلم اپنے مُردوں کے لیے دُعائے مغفرت نہیں کرتے اور عمر رسیدہ لوگ اس بات کے عینی شاہد ہیں کہ تقسیمِ ہند سے پہلے جب ہندو لوگ یہاں رہتے تھے اور جب کوئی مسلمان مرجاتا، تو وہ اس کے گھر جا کر دُعائے مغفرت کرنے کی بجائے کہتے تھے "بھگوان کی مرضی"۔ آج یہی طریقہ بعض نام نہاد مسلمان اپنا رہے ہیں۔ فرق صرف اتنا ہے کہ ہندو لوگ دُعائے مغفرت کرنے کی بجائے کہتے تھے "بھگوان کی مرضی"۔ اور یہ لوگ دعائے مغفرت کرنے کی بجائے کہتے ہیں کہ "اللہ کی مرضی"۔

مقامِ افسوس ہے کہ بعض نام نہاد مسلمان سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اور مسلمانوں کا طریقہ اپنانے کی بجائے ہندوؤں کا طریقہ اپنا رہے ہیں اور اُدھر حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی یہ حدیثِ پاک تو ہر ایک شخص نے سُنی ہوگی:

من تشبه بقوم فهو منهم۔

(ترجمہ) "جو کسی قوم کی مشابہت کرتا ہے، پس وہ اسی قوم کے حکم میں ہو جاتا ہے۔"

پس جو شخص سرکارِ دو عالم شفیعِ معظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اور مسلمانوں کے

طریقہ کے خلاف کرے، اُس کے متعلق اللہ تعالیٰ کا ارشادِ گرامی ہے :

ومن یشاقق الرسول من بعد ما تبین له الهدیٰ ویتبع غیر سبیل المؤمنین نولّه ما تولّیٰ ونصله جهنّم وساءت مصیراه (قرآن حکیم)

(ترجمہ) "اور جو کوئی برخلاف کرے رسول کے پیچھے اس کے کہ ظاہر ہوئی ہدایت اور پیروی کرے سوا راہ مسلمانوں کے متوجہ کریں گے ہم اس کو جدھر متوجہ ہوا ہے اور داخل کریں گے ہم اس کو دوزخ میں اور بُری ہے جگہ پھر جانے کی۔"

کسی مجمع میں اگر چند آدمی جماعتِ کثیرہ کی مخالفت کرتے ہوئے ہاتھ اٹھا کر دُعا نہ مانگیں، تو وہ یقیناً یتبع غیر سبیل المومنین کا مصداق بن رہے ہیں، انھیں آخرت کا خوف کرتے ہوئے ایسے فعلِ شنیع سے توبہ کرنی چاہیے۔

دُعا نہ مانگنے والوں کا حشر قرآن کریم کی زبانی

جو لوگ اللہ تعالیٰ کی عبادت اور دُعا مانگنے سے تکبّر کرتے ہیں، ان کے متعلق ارشادِ ربانی ہے :

انّ الذین یستکبرون عن عبادتی سیدخلون جہنّم داخرین ہ

(ترجمہ) "بے شک وہ جو میری عبادت (دُعا) سے تکبّر کرتے ہیں، عنقریب جہنم میں جائیں گے ذلیل وخوار ہو کر۔"

قارئین کرام! مقامِ غور ہے کہ جو لوگ دُعا سے تکبّر کرتے ہیں، ان کے لیے جہنم کی وعید ہے۔ اور ایسے لوگ جو نہ خود دُعا مانگتے ہیں اور نہ دوسروں کو مانگنے دیتے ہیں، تو پھر ان کے لیے تو بطریقِ اولیٰ وعید جہنّم ہوگی۔ اسی لیے تو اللہ تعالیٰ نے عبادت و دُعا سے روکنے والوں کے متعلق غضب ناک ہو کر فرمایا :

أرأيت الذي ينهىٰ عبدًا اذا صلّىٰ۔

(ترجمہ) "کیا تونے اس شخص کو نہیں دیکھا جو کہ بندے کو عبادت و دعا سے روکتا ہے"

دُعا مانگنے والوں کا مذاق اڑانے والوں کے متعلق فرمانِ خداوندی

قال اخسئُوا فیھا ولا تکلمون انه کان فریق من عبادی یقولون ربّنا اٰمنّا فاغفرلنا وارحمنا و انت خیر الراحمین ○ فاتخذتموھم سخریّا حتّٰی انسوکم ذکریٰ وکنتم منھم تضحکون ○

(ترجمہ) (قیامت کے دن) اللہ تعالیٰ فرماتے گا راندے ہوتے جہنم میں پڑے رہو اور مجھ سے بات نہ کرو۔ بے شک میرے بندوں میں سے ایک جماعت دُعا مانگتی تھی کہ ہمارے رب ہم ایمان لاتے تو ہمیں بخش دے اور ہم پر رحم فرما اور تو سب سے بہتر رحم کرنے والا ہے، تو تم نے انہیں ٹھٹّھا بنالیا۔ یہاں تک کہ انہیں بنانے کے شغل میں تم میری یاد بھول گتے اور تم اِن سے ہنسا کرتے تھے۔"

ناظرین کرام! جو لوگ ہاتھ اٹھا کر دُعا مانگنے والوں کا تمسخر اڑاتے ہیں اور مسلمانوں کو دُعا مانگتا دیکھ کر ایک دوسرے کی طرف طنزًا اشارے کرتے ہیں، تو وہ اس آیت پر غور کریں کہ ہاتھ اُٹھا کر دُعائے مغفرت کرنے والوں کا تمسخر اڑا کر کیا وہ مذکورہ بالا آیت کا مصداق تو نہیں بن رہے ہے؟۔

دُعا نہ مانگنے والوں کے متعلق سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

کا فرمانِ مبارک (مشکوٰۃ شریف جلد اوّل ص۱۹۵)

عن ابو ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم من لم یسئل اللہ یغضب علیہ۔

(ترجمہ) "حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضورِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا جو خدا تعالیٰ سے دُعا نہیں مانگتا اللہ تعالیٰ کو اس پر غضب آتا ہے۔"

قارئین کرام! مقامِ غور ہے کہ جو شخص اللہ تعالیٰ سے دُعا نہ مانگے تو اللہ تعالیٰ کو اس پر غضب آتا ہے۔ تو جو شخص نہ خود دُعا مانگے اور نہ ہی دوسروں کو مانگنے دے، تو اس پر خدا تعالیٰ کے غضب کا تو کوئی اندازہ ہی نہیں ہو گا۔

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

احیبب دعوۃ الدّاع اذا دعان ۵ (قرآن کریم)

(ترجمہ) "دُعا قبول کرتا ہوں، دُعا مانگنے والوں کی، جس وقت مجھ سے مانگے۔"

فائدہ: اس آیتِ کریمہ سے ان لوگوں کا جھوٹ واضح ہو گیا۔ جو یہ کہتے ہیں کہ نمازِ جنازہ کے بعد دُعا مانگنا ناجائز ہے اور اللہ تعالیٰ کے اس فرمانِ عالیہ کے سراسر خلاف ہے۔ اذا دعان عموم پر دال ہے۔ تو جو شخص کہتا ہے کہ جنازہ کے بعد دُعا نہ مانگو، اس کو تخصیص ثابت کرنا ہو گی۔

دوسری جگہ فرمایا: وقال ربکم ادعونی استجب لکم۔

(ترجمہ) "اور تمہارے رب تعالیٰ نے فرمایا مجھ سے دُعا کرو میں قبول کروں گا۔"

قارئین کرام! اب ایک طرف حکمِ خداوندی ہے کہ جس وقت مرضی ہو مجھ سے دُعا کرو۔ چاہے اپنے لیے کرو، چاہے اپنے اہل و عیال کے لیے کرو، چاہے مُردوں

کے لیے کرو، میں ہر وقت قبول کرتا ہوں، تو دوسری طرف سے چند انتشار پسند عناصر کہتے ہیں کہ خبردار! مُردوں کے لیے خدا تعالیٰ سے دُعا نہ مانگو۔ اب آپ کی مرضی، چاہیں تو آپ خالقِ کائنات جل شانہ کی مانیں اور چاہیں تو ایک انتشار پسند گروہ کی مانیں۔ اب اگر کوئی دلائلِ قاہرہ سے مجبور ہو کر یہ کہے کہ مُردہ کے لیے دُعا کے ہم بھی قائل ہیں، لیکن زبانی مانگو اور ہاتھ اُٹھا کر نہ مانگو تو یہ

ان لوگوں کی محرومی کی دلیل ہے۔ مسلمان کہلانے والا جب خدا تعالیٰ کے سامنے ہاتھ اٹھانے سے ہچکچاتے ہوتے عار محسوس کرے، اور دوسروں کو بھی منع کرے کہ خبردار! اللہ تعالیٰ کے سامنے ہاتھ نہ اُٹھائیں، تو اس کے لیے اس سے بڑھ کر اور کیا بدبختی ہو سکتی ہے؟

ہاتھ اُٹھا کر دُعا مانگنے والے خوش نصیب لوگوں کے متعلق فرمانِ مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

(مشکوٰۃ شریف ص ۱۹۵ - ابن ماجہ شریف)

قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ان ربکم حییٌ کریمٌ یستحیی من عبدہٖ اذا رفع یدیہ ان یردھما صفراء۔

(ترجمہ) "حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ تحقیق تمہارا رب تعالیٰ بہت ہی حیا والا اور سخی ہے اور اسے حیاء آتا ہے کہ اس کا بندہ ہاتھ اُٹھاتے اور وہ اسے خالی لوٹا دے۔"

ناظرین کرام! جب یہ ثابت ہو گیا کہ ہاتھ اُٹھا کر دُعا مانگنے والوں کی

دُعا کو رد کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کو شرم آتی ہے اور ان کی دُعا کو شرفِ قبولیت بخشتا ہے تو جو لوگ میت کے لیے ہاتھ اُٹھا کر دُعا مانگنے سے منع کرتے ہیں۔ شاید ان کو اپنے مُردے کے بخشوانے کی ضرورت نہیں ہے۔ اور ان کو اپنے مُردے کے ساتھ دشمنی ہے کہ اگر ہاتھ اُٹھا کر دُعا مانگیں، تو کہیں انہیں خدا تعالیٰ معاف ہی نہ کر دے۔ اب دُعا میں ہاتھ اُٹھانے کے متعلق ترغیب تو مذکورہ بالا حدیث سے معلوم ہو رہی ہے اور ساتھ ہی اجابتِ دُعا کی خوشخبری بھی دی جا رہی ہے۔ تو اب منکرین کو ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنے میں نقصان کونسا ہے؟ بغیر اس کے کہ ان کی حالت سے تکبّر اور ذاتِ باری تعالیٰ سے بے پروائی ظاہر ہوتی ہے اور مسلمانوں کی اکثریت کے طریقے کی مخالفت کی وجہ سے ناراضگیٔ خدا کا نشانہ بنتے ہیں۔

دُعا میں ہاتھ اُٹھانے کے متعلق سرکارِ دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کا ایک اور فرمان

(مشکوٰۃ شریف ص ۱۹۵)

قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم اذا سألتم اللہ فاسئلوہ ببطون اکفکم ولا تسألوہ بظهورها فاذا فرغتم فامسحوا وجوهكم۔ (رواہ ابوداؤد)

(ترجمہ) حضورِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کا فرمان ہے، جس وقت بھی اللہ تعالیٰ سے دُعا مانگو، تو ہاتھوں کی ہتھیلیوں سے مانگو اور ہاتھوں کی پشت کے ساتھ نہ مانگو اور جب دُعا سے فارغ ہو جاؤ تو دونوں

ہاتھوں کو اپنے مونہوں پر پھیرو۔"

قارئین کرام! حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان عام ہے، یعنی جس وقت بھی اللہ تعالیٰ سے دُعا مانگو، چاہے کسی زندہ کے لیے مانگو، چاہے کسی مُردہ کے لیے مانگو، تو ہاتھوں کی ہتھیلیوں سے مانگو۔ یہاں یہ بات ہرگز نہیں ہے کہ جب اپنے لیے دُعا مانگو یا اپنے کسی زندہ کے لیے مانگو تو ہاتھ اٹھاکر مانگو۔ لیکن جب کسی مُردے کے لیے دُعا مانگنے لگو، تو ہاتھ نہ اٹھاؤ۔ یہ عام اپنے عموم پر ہے۔ اب اگر کوئی شخص یہ کہے کہ حضورِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا یہ فرمان مُردہ کے لیے دُعائے مغفرت کے ماسوا کے لیے ہے، تو پھر عام مخصوص البعض ہوگا اور اسے دکھانا ہوگا کہ مخصص کون ہے؟ اور مخصص کے لیے کیا کیا شرائط ہیں؟ اور کیا اس میں یہ شرائط پائی گئی ہیں؟ اب حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے اس فرمان کو پڑھ لینے کے بعد کوئی احمق ہی یہ کہہ سکتا ہے کہ میت کے لیے ہاتھ اٹھاکر دُعا مانگنا بدعت ہے۔

مقامِ غور! مُردے کے لیے ہاتھ اُٹھاکر دُعا مانگنا ایسا فعل ہے کہ جس پر امتِ مسلمہ کے تمام گروہوں کا اتفاق ہے۔ حتیٰ کہ علمائے دیوبند بھی مردہ کے لیے آج تک ہاتھ اٹھاکر دُعا مانگتے چلے آتے ہیں۔ تو اب اگر کوئی شخص میت کے لیے ہاتھ اُٹھاکر دُعا مانگنے کو بدعت کہے تو سنتِ رسول کو بدعت کہنے کے ماسوائے اس کو اپنے آباؤ اجداد، استاد، پیر و مرشد اور ان کے تمام پیروکاروں کو بدعتی کہنا پڑے گا اور ایسا کہنے والا شخص وہی ہے جو کہتا ہے "ہر بدعت گمراہی ہے۔" تو پھر اس کو اپنے پیروں، استادوں اور اپنے باپ، دادا کو اپنے خیال کے مطابق ایسی گمراہی کے ارتکاب کی وجہ سے گمراہ اور ضال کہنا پڑے گا، لہٰذا ایسے کہنے والے شخص کو اپنے آباؤ اجداد، استاد، پیر و مرشد اور تمام مسلمانوں پر رحم کرتے ہوئے

اپنے قول اور فعل سے توبہ کرنی چاہیے۔ بعض نام نہاد مولوی صاحبان اپنی جان چھڑانے کے لیے اپنے جاہل مقتدیوں کی آنکھوں میں دُھول جھونکتے ہوئے کہتے ہیں کہ حدیث کا یہ مطلب نہیں اور حدیثیں ضعیف بھی ہوتی ہیں، تو ایسے شخص کے مُنہ پر مہر لگانے کے لیے ہم نے میت کے لیے سرکارِ دو عالم نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا ہاتھ اُٹھا کر دُعا کرنا جس حدیثِ پاک سے ثابت کیا ہے، اس کی تائید و توثیق میں علمائے دیوبند کے پیشواء کا حوالہ درج کرتے ہیں:

فاتحہ خوانی کے متعلق علمائے دیوبند کے پیشوا کا فتویٰ

(المنہاج الواضح یعنی راہِ سنت ص ۲۵۷)

(مصنفہ مولوی محمد سرفراز خان شیخ الحدیث نصرۃ العلوم گوجرانوالہ)

"میت کے لیے ہاتھ اٹھا کر دعا کرنا جائز ہے۔ چنانچہ آنحضرت (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) نے رفع یدیہ ثم قال اللّٰھم اغفر لعبید ابی عامر (مسلم شریف جلد دوم ص ۳۰۳) فرمایا۔

(ترجمہ) "حضرت عبید ابی عامر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے لیے ان کی وفات کی خبر سُن کر (آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے) ہاتھ اٹھا کر دُعا مانگی تھی۔"

چیلنج

اگر کوئی شخص ایک حدیث بھی ایسی دکھا دے کہ جس میں سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہو کہ میت کے لیے دُعا مانگو، لیکن خبردار! ہاتھ نہ اُٹھانا۔ تو اسے پچاس ہزار (۵۰۰۰۰) روپے نقد انعام دیا جائے گا۔

نوٹ: اگر کوئی شخص ہماری کسی تصنیف "تبلیغ دین" کے لیے شائع کرنا چاہے، تو اسے اجازت ہے۔

دُعائے مغفرت کن لوگوں کے لیے منع ہے

اس پُر فتن دُور میں بعض نام نہاد توحید پرست شر پسند لوگ دُعا مانگنے سے سختی سے منع کر رہے ہیں اور اپنی تقریروں میں یہ کہہ رہے ہیں کہ جو شخص فوت شدہ شخص کے لیے ہاتھ اُٹھا کر دعا مانگے گا، تو ہم اس کا جنازہ نہیں پڑھیں گے، یعنی ان کے نزدیک اللہ تعالیٰ سے میت کے لیے دُعا مانگنا ایک گناہِ کبیرہ ہے، کیونکہ فتویٰ ہمیشہ اس شخص کے خلاف لگایا جاتا ہے، جو کسی گناہ کا ارتکاب کرتا ہے۔ حقیقت تو یہ ہے کہ ہمیں تو ایسے لوگوں کا ایمان ہی متزلزل نظر آتا ہے۔ خدائے کریم سے دُعا مانگنے والوں کو نہ صرف دُعا سے روکنا، بلکہ ان پر فتویٰ لگانا یہ کسی نام نہاد مولوی اور عقل و خرد سے عاری شخص ہی کا کام ہو سکتا ہے اور ساتھ ہی جب مسلمانوں کو میت کے لیے دُعائے مغفرت کرنے سے منع کیا جا رہا ہے، تو یہاں پر انسانی ذہن ایک خاص بات کی طرف چلا جاتا ہے، وہ یہ ہے کہ مسلمانوں کے لیے اللہ تعالیٰ سے دُعا مانگنا تو ہر وقت جائز ہے اور اللہ تعالیٰ بھی دُعا مانگنے والوں پر ہر وقت رحمت و شفقت فرماتا ہے، لیکن صرف ایک ہی صورت ایسی رہ گئی ہے کہ شاید وہ مردہ ایسا ہے کہ جس کے لیے دُعا مانگنا شرعی طور پر ناجائز ہے۔ اللہ ربّ العزّت نے مشرکین کے لیے دعائے مغفرت کرنے سے روکا ہے:

(۱) ما کان للنبی والذین آمنوا ان یستغفروا للمشرکین ۝ (قرآن مجید)

(ترجمہ) "نہیں لائق واسطے نبی کے اور واسطے ان لوگوں کے کہ ایمان لائے ہیں کہ بخشش مانگیں واسطے مشرکوں کے۔"

یاد رہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے منافقین کے لیے بھی دعائے مغفرت کرنے سے روکا ہے۔ ارشادِ خداوندی ہے:

(۲) ولا تصل علیٰ احد منهم مات ابدًا
ولا تقم علیٰ قبرہٖ ٥ (قرآن مجید)

(ترجمہ) "اور مت نماز پڑھ اوپر کسی کے ان میں سے کہ مر جائے کبھی
اور مت کھڑا ہو اوپر قبر اس کی کے۔"

قارئین کرام! مقامِ غور ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تو صرف مشرکوں اور منافقوں کے لیے دُعائے مغفرت کرنے سے روکا ہے۔ اب جو لوگ اپنی میت کے لیے دُعائے مغفرت نہیں کرتے، تو پھر وہ اپنی میت کو کیا سمجھتے ہیں؟ یا پھر وہ اپنے مُردوں کے لیے دُعائے مغفرت اس لیے نہیں کرتے کہ انہیں یقین ہے کہ ہم چاہے خدا تعالیٰ سے جتنی مرتبہ ہی کیوں نہ مانگیں، اس نے تو بخشنا ہی نہیں۔ کیونکہ ہمارا مُردہ اس قابل ہی نہیں کہ اسے بخشا جائے۔ اس لیے وہ اپنے مُردوں کے لیے دُعائے مغفرت نہیں مانگتے۔ تو یہ گروہ قرآن کریم کی رُو سے مسلمانوں کے گروہ سے خارج ہے، کیونکہ قرآن حکیم نے فرمایا ہے:

والذین جاء و من بعدھم یقولون ربنا اغفرلنا
ولاخواننا الذین سبقونا بالایمان ٥

(ترجمہ) "اور واسطے ان لوگوں کے کہ آئے پیچھے ان کے کہتے ہیں اے پروردگار ہمارے! بخش دے ہم کو اور ہمارے بھائیوں کو، وہ جو آگے لائے ہم سے ایمان۔"

اب قرآن کریم کی رُو سے تو مسلمانوں کے دو گروہ ہوئے۔ ایک گروہ تو ان لوگوں پر مشتمل ہے جو وفات پا گئے ہیں۔ اور دوسرا گروہ ان لوگوں کا ہے جو اپنے فوت شدہ مسلمان بھائیوں کے لیے خدا تعالیٰ سے دُعائے مغفرت کرتے ہیں۔ اب جو لوگ اپنے مردہ بھائیوں کے لیے دُعائے مغفرت نہیں کرتے، وہ نہ تو

پہلے گروہ میں شامل ہے، کیونکہ اس گروہ کے افراد تو وفات پا گئے اور نہ دوسرے گروہ میں شامل ہے، کیونکہ وہ تو دُعائے مغفرت کرنے والوں کا گروہ ہے۔

ہماری اتنی تمہید کا مقصد یہ ہے کہ قرآن مجید نے مشرکوں اور منافقوں کے لیے دُعائے مغفرت کرنے سے منع کیا ہے اور مسلمانوں کے لیے دُعائے مغفرت کرنے کا حکم دیا ہے۔ اب فیصلہ قارئین پر ہے کہ اگر اپنے فوت شدہ بھائیوں کو دعائے مغفرت کا اہل سمجھتے ہیں تو ضرور دعا مانگیں، اور اگر انہیں دُعائے مغفرت کے قابل نہیں سمجھتے تو نہ مانگیں۔

مقامِ افسوس ہے کہ بعض لوگ مجلس فاتحہ خوانی میں خلاف شرع چیزیں مثلاً دُنیاوی باتیں، ہنسی مزاح، گلہ شکوہ اور حقّہ و سگریٹ نوشی کرتے ہیں۔ چاہیے تو یہ تھا کہ مجلس فاتحہ خوانی کو ان امور سے پاک کیا جاتا، لیکن بعض کم فہم اور نام نہاد مولوی اُلٹا فاتحہ خوانی سے ہی روک رہے ہیں۔ خدا تعالیٰ ان نام نہاد مولویوں کو ہدایت دے کہ مسلمانوں کو قرآن خوانی سے منع کرتے ہیں اور غلط و ناجائز امور سے روکتے ہوئے ان کی زبان گنگ ہو جاتی ہے۔

مُردوں کے لیے زندوں کی دعائے مغفرت کرنے کا فائدہ (مشکوٰۃ شریف صفحہ ۲۰۶)

حضرت عبداللہ ابن عباس (رضی اللہ تعالیٰ عنہما) روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم نے فرمایا:

ما المیت فی القبر الّا کالغریق المتغوث ینتظر دعوۃً تلحقہ من ابٍ او امٍ او اخٍ او صدیقٍ فاذ الحقتہ کان احبّ الیہ من الدّنیا وما فیہا و انّ اللہ تعالیٰ لیدخل الی اھل القبور من دعاء اھل الارض امثال الجبال وانّ ھدیۃ الاحیاء الی الاموات الاستغفار لھم۔

(ترجمہ) "مُردہ کی حالت قبر میں ڈوبتے ہوتے فریاد کرنے والے کی طرح ہوتی ہے۔ وہ انتظار کرتا ہے کہ اس کے باپ یا ماں یا بھائی یا دوست کی طرف سے اس کو دُعا پہنچے اور جب اس کو کسی کی دُعا پہنچتی ہے تو دُعا کا پہنچنا اس کو دُنیا و ما فیہا سے محبوب تر ہوتا ہے اور بے شک اللہ تعالیٰ اہلِ زمین کی دُعا سے اہلِ قبور کو پہاڑوں کی مثل اجر ورحمت عطا کرتا ہے اور بے شک زندوں کا تحفہ مُردوں کی طرف یہی ہے کہ ان کے لیے بخشش کی دُعا کی جاتے۔"

اس حدیث شریف سے مُردے کا زندوں کی طرف سے کی جانے والی دُعا اور بخشش کا منتظر ہونا اور زندوں کے ہدیے و تحفے یعنی دُعائے بخشش کا اس کے لیے بہت ہی زیادہ مفید ہونا بخوبی ثابت ہے۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

یتبع الرجل یوم القیامۃ من الحسنات امثال الجبال فیقول انّی ھذا؟ فیقال باستغفار ولدك لك۔ (شرح الصّدور ص)

(ترجمہ) "قیامت کے دن پہاڑوں جیسی نیکیاں انسان کے (اعمال سے) لاحق ہوں گی تو وہ کہے گا کہ یہ کہاں سے آئی ہیں؟ تو فرمایا جائے گا یہ تمہاری اولاد کے استغفار کے سبب سے ہیں، جو تمہارے لیے کیا گیا۔"

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "اللہ تعالیٰ نے جنت میں اپنے ایک نیک بندے کا درجہ بلند فرمایا۔"

(۱) فیقول یا رب انّٰی لی (مشکواۃ شریف)

(۲) فیقول باستغفار ولدك لك (مشکواۃ شریف

(۱) (ترجمہ) "تو وہ عرض کرتا ہے کہ اے میرے رب میرا درجہ کیونکر بلند ہوا؟"

(۲) (") "ارشاد ہوا کہ تیرا بیٹا جو تیرے لیے دعائے مغفرت کرتا ہے، اس کے سبب سے۔"

مندرجہ بالا حدیث پاک سے ثابت ہوا کہ اگر کسی نیک بندے یا کسی بزرگ کے لیے دُعائے بخشش کی جائے تو اس کے درجے بلند ہو جاتے ہیں۔ اور اگر گنہ گار کے لیے کی جائے، تو اس سے سختی اور عذاب دُور ہو جاتا ہے جیسا کہ پہلے بیان ہوا۔

"شرح الصدور" (مصنّفہ حضرت امام جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا؛

اُمّتی امۃ "مرحومۃ" تدخل قبورها بذنوبها وتخرج من قبورها لا ذنوب علیها تمحّص عنها باستغفار المؤمنین۔

(ترجمہ) "میری امت، امتِ مرحومہ ہے، وہ قبروں میں گناہوں کے ساتھ داخل ہوگی اور جب قبروں سے نکلے گی، تو اس پر کوئی گناہ نہیں ہوگا۔ اللہ تعالیٰ مومنوں کے استغفار کی وجہ سے اس کو گناہوں سے پاک و صاف کر دے گا۔"

ایصالِ ثواب کے منکر معتزلہ ہیں

مذہبِ حنفی کے عقائد کی مسلمہ کتاب "شرح عقائد نسفی" میں ہے:

وفی دعاء الاحیاء للاموات او صدقتھم عنھم نفعٌ لھم خلافاً للمعتزلۃ۔

(ترجمہ) "اور زندوں کا مُردوں کے لیے دُعا کرنا یا صدقہ و خیرات کرنا مُردوں کے لیے نفع کا باعث ہے اور معتزلہ اس کے خلاف ہیں۔"

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم دو قبروں کے پاس سے گزرے، تو فرمایا: "ان دونوں قبر والوں کو عذاب ہو رہا ہے اور وہ کسی بڑے گناہ کی وجہ سے نہیں، بلکہ ایک تو پیشاب کرنے کے وقت چھینٹوں سے نہیں بچتا تھا اور دوسرا چغل خور تھا۔"

ثم اخذ جریدۃ رطبۃ فشقھا بنصفین ثم غرز فی کل قبرٍ واحدۃً قالوا یا رسول اللہ لم صنعت ھذا؟ فقال لعلہ ان یخفف عنھما مالم ییبسا۔ (بخاری شریف جلد اوّل ص ۱۸۲)

(مسلم شریف جلد اوّل ص ۱۴۱ - مشکوٰۃ شریف)

(ترجمہ) "پھر آپ نے کھجور کی ایک تر شاخ لی اور درمیان سے چیر کر اس کے دو حصّے کر کے دونوں قبروں پر گاڑ دیے صحابہ کرام

نے عرض کیا: "یا رسول اللہ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم) آپ نے ایسا کیوں کیا؟" آپ نے فرمایا: "اس لیے کہ جب تک یہ شاخیں ہری رہیں گی، ان کے عذاب میں تخفیف رہے گی۔"

اس حدیث پاک سے درج ذیل امور ثابت ہوئے :

- حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم سے عالمِ برزخ کا حال بھی پوشیدہ نہیں۔
- ان قبروں والے اپنی زندگی میں جس گناہ کا ارتکاب کر کے گرفتارِ عذاب ہوتے تھے، آپ کو اس کا علم تھا۔
- اور اس حدیث پاک نے ان لوگوں کے نظریے کو بھی باطل قرار دے دیا۔ جو یہ کہتے ہیں کہ رُوح کی قبر اور ہے، جو کہ زمین پر نہیں، بلکہ اعلیٰ علیین یا سجین میں ہوتی ہے اور عذاب رُوح کو ہوتا ہے جسم کو نہیں ہوتا۔
- حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے قبر پر تر شاخیں رکھ کر اسے باعثِ تخفیفِ عذاب قرار دیا۔

تو اَب سوال پیدا ہوتا ہے کہ عذاب میں تخفیف شاخوں کی وجہ سے ہوتی یا کسی اور وجہ سے۔ اگر صرف شاخوں کو عذاب میں تخفیف کا سبب قرار دیا جاتے، تو پھر سوکھنے کے بعد بھی شاخوں کا قبر پر ہونا باعثِ تخفیف عذاب ہونا چاہیے تھا، حالانکہ ایسا نہیں۔ معلوم ہوا کہ تخفیفِ عذاب کا باعث صرف وہ تر شاخیں ہی نہیں، بلکہ ان کی وہ تسبیح ہے جو وہ پڑھتی ہیں، کیونکہ

وان مّن شیئٍ الّا یسبّح بحمدہٖ (قرآن مجید)

(ترجمہ) "ہر چیز اللہ تعالیٰ کی تسبیح بیان کرتی ہے۔"

اور چونکہ شاخوں کا سوکھ جانا ان کی موت ہے، اور موت سے تسبیح ختم ہو گئی۔ لہٰذا ثابت ہوا کہ تخفیفِ عذاب کا باعث شاخوں کی تسبیح تھی۔ جب شاخوں کی تسبیح باعثِ

تخفیفِ عذابِ قبر ہے، تو پھر بندوں کی تسبیح بھی یقیناً باعثِ تخفیفِ عذاب ہوگی۔

شیخ محقق عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اسی حدیثِ پاک کے تحت نقل فرماتے ہیں: "جب نباتات کی تسبیح سے تخفیفِ عذاب ہوسکتی ہے تو جب حافظ اپنی پاک زبان سے قبر پر قرآن مجید کی تلاوت کرے، تو عذاب میں تخفیف بطریقِ اولیٰ ہوگی"

نیز یہاں سے یہ بھی ثابت ہوا کہ قبروں پر پھول ڈالنا بھی جائز ہے، کیونکہ کھجور کی تر شاخوں کی طرح تر و تازہ پھول بھی اللہ تعالیٰ کی تسبیح پڑھتے ہیں۔

اسی لیے شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فتاویٰ عزیزیہ جلد اوّل میں فرماتے ہیں:

"قبر پر پھول اور خوشبو والی کوئی چیز رکھنا صاحبِ قبر کی رُوح کی مسرت کا باعث ہے اور یہ شرعاً جائز ہے۔"

حضرت امام شعبی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں:

کانت الانصار اذا مات لھم المیّت اختلفوا الیٰ قبرہٖ یقرءون لہ القرآن (شرح الصّدور)

(ترجمہ) "انصار کا یہ طریقہ تھا کہ جب ان کا کوئی آدمی مر جاتا، تو وہ بار بار اس کی قبر پر جاتے اور اس کے لیے قرآن کریم تلاوت کرتے"

میّت کے لیے صدقہ و خیرات کرنا

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک شخص نے حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمتِ اقدس میں عرض کیا کہ یا رسول اللہ! میری ماں مرگئی ہے اور اس نے بوقتِ وفات کچھ وصیت نہیں کی۔

فھل لھا اجرٌ ان تصدقت قال نعم۔

(مسلم کتاب الصلوٰۃ۔ بخاری شریف باب الوصایا - ابو داؤد شریف)

(ترجمہ) "اگر میں صدقہ کروں تو کیا اس کو ثواب پہنچے گا؟" آپ نے فرمایا: "ہاں

حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں عرض کیا:

یا رسول اللہ هل ینفعها ان اتصدق عنها فقال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم نعم فقال حائطٌ کذا وکذا صدقةٌ عنها۔

(بخاری شریف جلد اوّل ص۳۸۷ نسائی شریف کتاب الوصایا)

(ترجمہ) "یا رسول اللہ! اگر میں اس کی طرف سے صدقہ کروں تو کیا اس کو نفع پہنچے گا۔ آپ نے فرمایا: "ہاں! پہنچے گا" حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا: "پھر میرا فلاں باغ اس کی طرف سے صدقہ ہے۔"

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں عرض کی: یا رسول اللہ! میری ماں مر گئی ہے۔

ان ینفعها ان تصدقت عنها قال نعم قال فانّ لی مخرافاً واشهدك انی قد تصدّقت عنها۔

(ترمذی شریف کتاب الصّلوٰۃ)

(ترجمہ) "اگر میں اس کی طرف سے صدقہ کروں تو کیا اس کو نفع پہنچے گا؟" آپ نے فرمایا: "ہاں پہنچے گا۔" اس نے کہا "میرا ایک باغ ہے اور میں آپ کو گواہ کر کے کہتا ہوں کہ میں نے اس باغ کو اس کی طرف سے صدقہ کر دیا۔"

ان احادیثِ مبارکہ سے یہ بات ثابت ہو گئی ہے کہ مرنے والے کے عزیزوں میں سے اگر کوئی صدقہ وخیرات اس نیت سے کرے کہ اس سے مردہ کو نفع پہنچے، تو مردے کو یقیناً فائدہ پہنچتا ہے۔

حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

فَاَیُّ صَدَقَۃٍ اَفْضَلُ قَالَ الْمَاءُ فَحَفَرَ بِئْرًا وَقَالَ

هٰذِہٖ لِاُمِّ سَعْدٍ (ابوداؤد کتاب الزکوٰۃ جلد اول ص ۲۴۳)

(ترجمہ) تو کونسا صدقہ افضل ہے (جو ماں کے لیے کروں) فرمایا پانی!

توحضرت سعد (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے کنواں کھدوایا اور کہا: "یہ سعد کی ماں کے لیے ہے۔"

اس حدیث پاک میں یہ بات نہایت ہی قابلِ غور ہے کہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ جیسے جلیل القدر صحابی فرمارہے ہیں؛ هٰذِہٖ لِاُمِّ سَعْدٍ (یہ کنواں سعد کی ماں کے لیے ہے) یعنی ان کی رُوح کو ثواب پہنچانے کی غرض سے بنایا گیا ہے۔ اس سے صراحۃً ثابت ہوا کہ جس کی رُوح کو ثواب پہنچانے کی غرض سے کوئی صدقہ و خیرات کی جائے۔ اگر اس صدقہ و خیرات اور نیاز پر مجازی طور پر اس کا نام لیا جائے۔ یعنی یوں کہا جائے کہ یہ سبیل حضرت امام حسین اور شہدائے کربلا (رضی اللہ تعالیٰ عنہم) کے لیے ہے۔ یا یہ کھانا یا یہ نیاز صحابہ کبار، سیدنا غوثِ اعظم یا خواجہ غریب نواز (رضی اللہ تعالیٰ عنہم) کے لیے ہے، تو ہرگز ہرگز اس سبیل کا پانی اور وہ کھانا وغیرہ حرام نہ ہوگا۔ ورنہ پھر یہ کہنا پڑے گا کہ اس کنوئیں کا نام حرام تھا۔ حالانکہ اس کنوئیں کا پانی حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے صحابہ کرام، تابعین اور تبع تابعین نے پیا۔

کیا کوئی مسلمان کہہ سکتا ہے کہ ان سب مقدس حضرات نے حرام پانی پیا تھا؟ (معاذ اللہ) کوئی مُسلمان تو ایسا ہرگز نہیں کہہ سکتا۔ تو جس کنوئیں کے لیے یہ کہا جائے کہ یہ سعد کی ماں کے لیے ہے، اس کنوئیں کا پانی حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے نزدیک حلال وطیب ہے۔ تو جس سبیل کے پانی کے متعلق یہ کہا جائے کہ یہ حضرت امام حسین اور شہدائے کربلا رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے لیے ہے یا "یہ نیاز فلاں بزرگ کے لیے ہے" تو وہ مسلمانوں کے لیے بھی حلال وطیب ہے۔